مزارات کی شرعی حیثیت

**قرآن میں اصحاب کہف کے مقبرے کا ذکر.........صحابہ کرام کے ہاتھوں روضہ رسول ﷺ کی تعمیر............
حضرت عمرؓ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قُبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی قبر پر قُبہ بنایا۔ محمد بن حنیفہ (ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ) نے ابن عباسؓ کی قبر پر قبہ بنایا
.........محدثین ومفکرین کی آراء کے مطابق اولیاء اور سادات کی قبروں پر مقبرے کی ضرورت واہمیت..........**

"1) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابوداؤد ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ابن مظعونؓ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا اور فرمایا:

اعلم بها قبر اخی و اُدفن الیه من مات اهلی

(ہم اپنے اس بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے)

2) بخاری شریف کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہؓ فرماتے ہیں:

"ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعونؓ کی قبر کو پھلانگ جاتا تھا"

مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبرِ عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہوسکتی ہیں مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کردیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔

ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کردی جائے یا پتھر سے پختہ کر دی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔

3) مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی مزارات کے اردگرد یا س کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام وعامتہ المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوال سے ہے:

قرآن کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا:

قال الذین غلبو علیٰ امرهم لنتخذن علیهم مسجدا

(وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحابِ کہف پر مسجد بنائیں گے۔)

روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''اُنہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جوان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جائیں۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنظور ہوئی اور مسجد بنائی گئی۔ مسجداً کی تفسیر روح البیان میں ہے: ''لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں''۔

قرآن کریم نے ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا:

1۔اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا 2۔ان کے قریب مسجد بنانا۔ اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا ۔

حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے۔ پھر دفن کرتے۔ پھر حضرت عمر ﷺ نے اپنے خلافت میں اس کے گرد کچی انیٹوں کی گول دیوار کھچوا دی۔ پھر ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیرؓ نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مظبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔

بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز **باب ما جآءِ فی قبر النبی و ابی بکر و عمر** میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔ ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کا قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروقؓ کا قدم ہے۔

جذب القلوب و دیارا لمحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ 550 ہجری میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور 557 ہجری میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر 678 ہجری میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبدِ سبز جواب تک موجود ہے بنوایا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ روزہ مطہرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیقؓ و فاروقؓ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہونگے۔ لہٰذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ یہاں تک تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔

صحابہ کرام کی سنت:

بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے۔

1۔حضرت عمرؓ فاروق نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔

2۔سیدنا ابن زبیر نے اس (روضہ مبارک کی عمارت پر) پر خوبصورت عمارت بنوائی۔

3۔بخاری شریف جلداول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البکا علی المیت میں ہے کہ حسن مثنیٰؓ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا۔زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے تحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تا کہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں۔لیکن ان بی بی کے اس کام کو بے فائدہ بتانا مکروہ ہے اور اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔''

4۔حضرت عمرؓ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قُبہ بنایا۔

5۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر قُبہ بنایا۔

6۔بدائع صناع جلد اول صفحہ 320 میں ہے:''جبکہ طائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنیفہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔''

نیز شرح موطا امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمۃ اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے زینب بنت جحشؓ کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی قبر پر قبہ بنایا، محمد بن حنیفہ (ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ) نے ابن عباس کی قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قُبہ بنانے کو مکروہ کہا تو اس کے لئے کہا جو کہ اس کو فخر اور ریا کے لئے بنائے۔''

محدثین و مفکرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

1۔روح البیان جلد 3 پارہ 1 زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ میں ہے:

''علماء اور اولیاءِ صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔''

2۔مرقات شرح مشکوٰۃ الجنائز باب دفن المیت میں ہے:

''پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تا کہ ان کی لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

''آخر زمانے میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔لہٰذا، مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تا کہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاصکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں۔ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔''

شامی جلداول باب الدفن میں ہے:

''اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات ِکرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔''

امام شعرانیؒ میزان کبریٰ آخر جلداول کتاب الجنائز میں **امام ابوحنیفہ کا قول** فرماتے ہیں:

''اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر عمارت نہ بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے۔ اس کے باوجود **امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ یہ سب جائز ہے**۔ پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔''

اب تو خود امامِ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قُبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔ الحمدللہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابوحنیفہؒ کے فرمان پاک سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو یہ کہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اُٹھ جاتا ہے۔

مشکوٰۃ باب الدفن اور مرقات میں ہے:

''مسلمان کا زندگی اور موت یکساں ادب چاہیے۔''

شعائراللہ:

مقابر اولیاء شعائراللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائراللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہیے۔ اب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کا اسلام کے خلاف نہ ہو وہ جائز ہے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا گیا تھا۔ مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی نہایت شاندار روضہ رسول اللہ ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قران کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا........

مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں، پھر ان کی تعظیم وتوقیر کیسی؟

میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظّمہ میں تین سو ساٹھ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں۔ تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہیں بچا لیا (تو پھر تم اس کا کیا جواب دو گے)۔ اولیاء اللہ کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی جاتی ہے (یعنی وہ اللہ کی محبوب ہستیاں عزت وتکریم کی مستحق ہیں) نہ کہ محض قدرت کی وجہ سے۔'' (حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ: ''جاءالحق'')

❁❁❁❁